## حرفِ آغاز

# جہیز کا بحران

سید جلال الدین عمری

جہیز! کتنا بھیانک ہے یہ لفظ؟ کبھی لفظ صوتی لحاظ سے بھیانک ہوتا ہے اور کبھی معنی کے لحاظ سے۔ غالباً یہاں دوسری صورت ہے۔ جہیز کے لفظ کو اس تصور نے بھیانک بنا دیا ہے جو اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ لفظ پر زمانے کے اثرات بھی پڑتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ماضی میں جہیز' نئے رشتہ کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کا محض ایک ذریعہ ہو۔ اور اس کے ذکر سے اخوت اور محبت کے جذبات ابھرتے ہوں، یا کم از کم وہ اتنا بھیانک نہ رہا ہو جتنا آج ہے۔ اب اس نے بہر حال بڑی خوفناک شکل اختیار کر لی ہے۔

آج ماں باپ کی ذمہ داری صرف یہی نہیں ہے کہ لڑکی کی پرورش کریں، اسے تعلیم دیں، اس کی دینی و اخلاقی تربیت کریں، اسے گھر گرہستی کے آداب و اطوار اور تہذیب و سلیقہ سکھائیں، اس کے لئے رشتہ تلاش کریں اور دستور کے مطابق کسی شریف آدمی کے نکاح میں اپنی لختِ جگر کو دے کر اپنے فرض سے سبک دوش ہو جائیں۔ بلکہ یہ بھی ان کی ذمہ داری ہے اور بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ جس لڑکے کو انھوں نے اپنی لڑکی کے لئے منتخب کیا ہے اس کے وہ مطالبات بھی پورے کریں جنھیں شاید وہ خود بھی پورے نہیں کر سکتا۔ ان مطالبات کی فہرست اتنی طویل اور اتنی متنوع ہوتی ہے کہ اس میں نقد کے علاوہ دلہا کے شایانِ شان خلعت اور جوڑا، گھڑی، سائیکل، اسکوٹر، کار، ریڈیو، ٹیلویژن وغیرہ دنیا بھر کی چیزیں آجاتی ہیں۔ یہ فہرست حسب حالات مختصر بھی ہو سکتی ہے اور طویل بھی۔ بہر حال یہی وہ زریں موقع ہوتا ہے جب کہ دلہا میاں اپنے حوصلے اور تمنائیں پوری کرنے کی بھر پور کوشش کرتے ہیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ لڑکی کو مطلوبہ زیورات سے آراستہ کیا جائے اور

اسے اتنے ساز و سامان کے ساتھ رخصت کیا جائے کہ آدمی کی قسمت جاگ اٹھے اور گھر ہیچ مچ نگار خانہ بن جائے۔ لڑکی کو دیے جانے والے اس مال و اسباب کی قیمت تو متعین نہیں ہے البتہ اتنی بات طے ہے کہ اسے لڑکی والے کی حیثیت سے بہرحال زیادہ ہونا چاہیے۔

ہوس زر اس قدر بڑھ گئی ہے کہ لڑکی کی شکل و صورت، تعلیم و تربیت اور دین و اخلاق سب کچھ اس کے مقابلہ میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ سب سے پہلی چیز جو دیکھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ لڑکی کتنی دولت اپنے ساتھ لا سکتی ہے۔ حسن و جمال ہی کی نہیں دین و اخلاق کی بھی اس قدر توہین شاید ہی دنیا نے کبھی دیکھی ہو۔ دولت نے ہر اعلیٰ قدر کو شکست دے رکھی ہے۔ شکست فاش!

جہیز سوسائٹی میں آدمی کی حیثیت ہی کا نہیں عزت و شرافت کا بھی معیار ہے۔ جو شخص جہیز کے نام پر جتنی زیادہ رقم خرچ کر سکے اس کی لڑکی کے لئے اتنا ہی 'اچھا' اور 'معیاری' لڑکا مل سکتا ہے۔ جو شخص جہیز نہ دے سکے وہ کم حیثیت اور فرومایہ ہے۔ وہ اپنی لڑکی کے لئے کسی موزوں اور معقول رشتہ کی توقع نہیں کر سکتا۔ اگر کسی نے اپنی ایک لڑکی کے ساتھ یہ زیادتی کی کہ بغیر جہیز کے اسے رخصت کر دیا تو اس کی دوسری لڑکیوں کا خدا ہی حافظ۔ اب اسے آسانی سے رشتے مل نہیں سکتے۔ اس طرح کے کنجوس یا کنگال کے گھر آنا ظاہر ہے کون پسند کریگا؟

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سی لڑکیاں لمبی لمبی عمر تک محض اس لئے بیٹھی رہتی ہیں کہ بدقسمتی سے وہ ایسے ماں باپ کے گھر پیدا ہوگئیں جو ان کے لئے جہیز فراہم نہیں کر سکتے۔ ان میں کتنی ہی مظلوم اور بے زبان زندگی بھر کنواری رہ جاتی ہیں۔ کچھ نیک بخت صورت حال کی نزاکت کا احساس کر کے از خود شادی سے انکار کر دیتی ہیں تاکہ ان کے والدین ان کی شادی کی فکر سے آزاد ہو جائیں اور وہ اپنی امنگوں اور تمناؤں کا مرثیہ پڑھتی ہوئی زندگی گزار دیں۔ اس کے علاوہ برصغیر میں مشترک خاندان کا عام رواج ہے جب کسی خاندان میں لڑکوں کی شادیاں ہوتی چلی جاتی ہیں اور لڑکیاں کنواری رہ جاتی ہیں تو خاندان کے اندر بڑی نفسیاتی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور خانگی زندگی کا سکون درہم برہم ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان نا کتخداؤں کا وجود اس ظالم سماج کے خلاف مسلسل فریاد ہے لیکن کون ہے جو ان بے نواؤں کی فریاد سنے؟

بڑا مسئلہ اس لڑکی کا ہے جو جہیز کے بغیر اپنے شوہر کے گھر چلی جائے۔ اس میں ہزار خوبیاں بھی اس کی یہ غلطی معاف نہیں ہو سکتی کہ وہ خالی ہاتھ اپنے میکے سے آئی ہے۔ اس سے باز پرس کرنے والا صرف اس کا شوہر ہی نہیں ہوتا بلکہ شوہر کا پورا خاندان اس کا محاسب ہوتا ہے۔ اسے اپنے اس ناکردہ جرم کا ایک ایک فرد کو حساب دینا پڑتا ہے۔ اس کی عام سزا تحقیر و تذلیل، طنز و تعریض، چرکے اور کچوکے اور مار پیٹ ہے۔ اس کے نتیجہ میں اسے یک بنی و دو گوش خانہ بدر بھی کیا جا سکتا ہے اور شوہر سے علیحدگی بھی ہو سکتی ہے۔ یہی نہیں اس "جرم" کی پاداش میں اسے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ جہیز کے لئے جان لینے کے واقعات اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ اب ان میں کوئی ندرت اور نیا پن نہیں ہے۔ ان کی نوعیت روزمرہ کے حادثات کی ہو کر رہ گئی ہے۔ کبھی یہ سزا شوہر نامدار دیتا ہے۔ اگر اسے اس میں کوئی تامل یا ہچکچاہٹ ہو تو خاندان کے دوسرے افراد اس خدمت کے لئے تیار رہتے ہیں۔

جہیز کے مسائل و مصائب سے رستگاری حاصل کرنے کے لئے عورت خودکشی کو بھی ترجیح دینے لگی ہے۔ اس کے لئے کبھی وہ مٹی کے تیل اور پٹرول کا سہارا لیتی ہے۔ کبھی کسی اونچی عمارت سے چھلانگ لگاتی ہے۔ کبھی گلے میں پھندا لگا کر چھت سے لٹک جاتی ہے۔ کبھی زہر کھا کر ہمیشہ کی نیند سو جانا چاہتی ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنی معصوم جانیں اس خون آشام جہیز کی نذر ہو چکی ہیں اور ابھی اور کتنی نذر ہوں گی۔ اس بہیمیت سے جنگل کے درندے بھی شرما رہے ہوں گے۔

جہیز کی ان ہلاکت خیزیوں کو آج ہر شخص اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے بلکہ دیکھ رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود معاشرہ کی بہت بڑی اکثریت نے اسے ایک ناگزیر سماجی خرابی کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔ اس کے نزدیک موجودہ حالات میں لڑکوں کے لئے جہیز لینا اور لڑکیوں کو جہیز دینا اس قدر ضروری ہو گیا ہے کہ اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ لڑکیوں کو بہر حال جہیز دینا ہی پڑتا ہے (اس میں لڑکے کے مطالبات کی تکمیل بھی شامل ہے) اس کے بغیر ان کی شادی نہیں ہو سکتی۔ ماں باپ اس کی ہمت نہیں کر سکتے کہ ان کی لڑکی بن بیاہی گھر بیٹھی رہے۔ جو شخص جہیز دیتا ہے وہ جہیز لینے پر مجبور بھی ہے۔ اس سے

یہ مطالبہ بے جا سا ہوگا کہ وہ تو اپنی لڑکیوں کو جہیز کے ساتھ رخصت کرے اور دوسروں کی لڑکیاں اس کے گھر خالی ہاتھ آئیں۔ ہو سکتا ہے اس نقصان کو بعض لوگ جھیل جائیں، ہر شخص اسے برداشت نہیں کر سکتا۔

اس منطق کی رو سے سوچیے وہ انسان کتنا بد قسمت ہوگا جس کے صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں اور جو رواج کے اس فارمولے کے تحت نقصان پر نقصان اٹھاتا رہے، اور پھر کتنا خوش قسمت ہے وہ شخص جس کے صرف لڑکے ہوں اور جو جہیز کی دولت سے مسلسل نہال ہوتا چلا جائے۔

پھر اس منطق کا حاصل یہ ہے کہ کسی برائی کو ہم محض اس وجہ سے نہ صرف یہ کہ گوارہ کریں بلکہ اسے عملاً اختیار کریں کہ دنیا اس کا ارتکاب کر رہی ہے اور اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے اس طرح آدمی رشوت، خیانت، فریب اور مکاری کو بھی جائز قرار دے سکتا ہے، اس لئے کہ یہ نسخے آج کی دنیا میں بڑے ہی مجرب اور کامیاب نسخے ہیں اور جو انھیں استعمال نہیں کرتا وہ سراسر نقصان میں رہتا ہے۔

اس قسم کی غلط توجیہات دنیا کی ہر برائی کو استحکام عطا کرتی ہیں۔ ان سے انسان کے ضمیر میں اس کے خلاف جو کھٹک ہوتی ہے وہ بھی جاتی رہتی ہے اور وہ پوری ڈھٹائی کے ساتھ اس کا ارتکاب کرنے لگتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جہیز کے نام پر جو زیادتی ہو رہی ہے اسے دنیا کا کوئی مذہب، کوئی فلسفۂ اخلاق اور کوئی قانون جائز قرار نہیں دے سکتا۔ آج کل ہمارے ملک کے اخبارات کا ایک خاص موضوع یہی جہیز ہے۔ اس کے خلاف مختلف حلقوں سے آواز اٹھتی رہتی ہے حکومت بھی قانون کے ذریعہ اس پر پابندی لگانا چاہتی ہے۔ لیکن کسی بھی خرابی کو بدلنے کے لئے حکومت اور سماج کا دباؤ کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے ذہن و فکر کی تبدیلی اور خدا اور آخرت کے خوف کی ضرورت ہے۔ اسلام یہی فرض انجام دیتا ہے۔ وہ سب سے پہلے سماج کے غلط بندھنوں کو توڑتا اور زندگی کا صاف ستھرا اور آسان طریقہ سکھاتا ہے۔ اس کے لئے اس نے کسی بھی معاملہ کو پیچ نہیں رکھا کہ آدمی کے لئے جینا دوبھر ہو جائے چنانچہ اس نے

ازدواجی زندگی کے تمام مسائل کو بھی بہت آسانی سے حل کیا ہے۔ اس کے نزدیک نکاح سادگی اور سہولت سے ہونا چاہئے۔ اسے مشکل اور دشوار بنانا بہت بڑی زیادتی ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام کی بعض اصولی تعلیمات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱۔ اسلام اس بات کا شدت سے مخالف ہے کہ کسی بھی معاملہ میں ظلم و زیادتی کا رویہ اختیار کیا جائے۔ اس کے نزدیک کسی کی کمزوری اور مجبوری سے غلط فائدہ اٹھانا اور اس کا استحصال کرنا سراسر ناجائز ہے۔ جہیز کے نام پر لڑکی والوں کا استحصال بھی اسی میں آتا ہے۔ اسلام اس کا کسی حال میں روادار نہیں ہے۔

۲۔ شادی، لڑکی والوں سے دولت سمیٹنے کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ یہ بعض بلند مقاصد کے لئے ہوتی ہے۔ وہی شادی کامیاب ہے جن سے ان مقاصد کی تکمیل ہو۔ جہیز کے زیر ان مقاصد کو پس پشت ڈال دینا غلط اور ناپسندیدہ ہے۔

۳۔ مرد کو اللہ نے قوّام بنایا ہے۔ وہ اسی حیثیت سے عقد نکاح کرتا ہے۔ وہ اس عہد و پیمان کے ساتھ لڑکی کا ہاتھ پکڑتا ہے کہ وہ اس کے نان و نفقہ اور رہائش وغیرہ کا ذمہ دار ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام عطا کیا ہو اس کے لئے یہ بات سخت توہین کی باعث ہے کہ وہ شادی سے چند دن یا چند لمحے پہلے لڑکی یا اس کے سرپرستوں کے سامنے جہیز کے نام پر دست سوال دراز کرے اور جب اپنی مراد پوری نہ ہو تو پھر کسی دوسری لڑکی کے در پر پہنچ جائے۔

۴۔ جہیز کے نہ ملنے یا کم ملنے پر عورت کے ساتھ بالعموم جو زیادتی ہوتی ہے اس کا کوئی دینی اور اخلاقی جواز نہیں ہے۔ یہ اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ جہیز یا مال و اسباب کے لئے عورت کو تنگ کرنے کی جگہ اسلام نے عورت کی دلجوئی کا حکم دیا ہے۔ "مہر" اسی کی علامت ہے۔ مہر کی بہت سی حکمتیں ہیں۔ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ عورت اپنے گھر اور خاندان سے چونکہ جدا ہوتی ہے اس لئے مرد، مہر کی شکل میں خلوص و محبت کا تحفہ پیش کرتا ہے اور اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ وہ اس کا دشمن نہیں مخلص، ہمدرد اور غم خوار ہے۔ پھر جہیز کے لئے پریشان کرنا عورت کے ساتھ حسن سلوک کی اس تعلیم کے بھی خلاف ہے جو اسلام نے دی ہے۔

جس شخص کے سامنے یہ پاکیزہ اور مقدس تعلیمات ہوں اس کا وہ ذہن ہرگز نہیں ہو سکتا

جو آج کے نوجوان کا ذہن ہے ۔ وہ جہیز کے نام پر عورت اور اس کے اہل خاندان کے استحصال کی جگہ ان سے ہمدردی اور محبت کا رویہ اختیار کرے گا اور بہیمیت کی جگہ اپنے حسن سلوک سے شرافت اور انسانیت کا ثبوت فراہم کرے گا ۔

اسلام کی اس تعلیم کا نتیجہ ہے کہ جہیز کے مسئلہ نے مسلم سماج میں کبھی بھیانک شکل اختیار نہیں کی ۔ لیکن اب آہستہ آہستہ اس کے بعض طبقات میں یہ مرض پھیلتا جارہا ہے اور اس کی وجہ سے ایسی پیچیدگیاں بھی پیدا ہورہی ہیں جن سے مسلم سماج بڑی حد تک محفوظ تھا ۔ اس کا ایک علاج تو یہ ہے کہ سماج میں اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے اور اسے خدا اور رسول کی طرف پلٹنے کی دعوت دی جائے ۔ دوسرا علاج یہ ہے کہ جو لوگ جہیز کی خرابی کو محسوس کر رہے ہیں وہ ہمت کر کے اس کے لین دین کو ختم کریں ۔ اس معاملہ میں لڑکی والے تو مظلوم ہیں ۔ انھیں نصیحت کی نہیں ہمدردی کی ضرورت ہے البتہ لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کے خلاف اقدام ہونا چاہیے اور اس سلسلہ میں جو بھی نقصان ہو اسے خدا کی رضا کے لئے انھیں برداشت کرنا چاہیے ۔ جب تک آدمی ان مفادات کو نہ چھوڑے جو کسی غلط کام کی وجہ سے اسے حاصل ہو رہے ہیں اس کی اصلاح بھی نہیں کر سکتا ۔

اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے بعض باتوں کی وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے تاکہ اس مسئلہ میں اسلام کا نقطۂ نظر پوری طرح سامنے آجائے ۔

۱ ۔ شادی کے بعد لڑکے اور لڑکی کو اپنا نیا گھر بسانا ہوتا ہے ۔ اس میں لڑکے والے بھی ان کی مدد کر سکتے ہیں اور لڑکی والے بھی ۔ اگر نیا جوڑا اس معاملہ میں تعاون کا مستحق ہو تو تعاون کو پسندیدہ ہی کہا جائے گا ۔ یہ تعاون پیسہ کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے اور سازوسامان کی شکل میں بھی ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ چیزیں عاریۃً استعمال کے لئے دی جائیں ۔ لیکن یہ نہ تو فرض اور واجب ہے کہ تعاون نہ کرنے والا فریق ملزم گردانا جائے اور نہ نکاح کی شرط کہ اس کے بغیر نکاح ہی نہ ہوتا ہو ۔

۲ ۔ شادی کے موقعہ پر دولہا اور دلہن کو اعزہ واقارب احباب اور دوستوں کی طرف سے تحفے اور ہدیے دیئے جا سکتے ہیں ۔ لیکن اسے جواز ہی کی حد میں ہونا چاہیئے ۔ اسے ضروری سمجھنا یا اس کے نہ دینے پر برا ماننا اور شکوہ شکایت کا پیدا ہونا صحیح نہیں ہے ۔ تحفہ اور ہدیہ خوش دلی سے ہوتا

ہے ورنہ وہ تحفہ نہیں تاوان اور جرمانہ ہوگا۔

۳۔ شادی کے موقعہ پر لڑکی کو جو زیور یا سامان دیا جاتا ہے اس کے بارے میں یہ تصور صحیح نہیں ہے کہ وہ شوہر یا سسرال والوں کی ملکیت ہے۔ اس کی مالک اصلاً لڑکی ہوتی ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ آخری بات یہ کہ اسلام نے نکاح کو آسان رکھا ہے۔ اس لئے سماج کی وہ ساری بندشیں جن سے اس میں دشواری پیدا ہو قابل مذمت ہیں۔ ان سے ایک مسلمان کو احتراز کرنا چاہئے۔

یہ ہے وہ اعتدال کی راہ جو اسلام نے دکھائی ہے۔ اس میں محبت اور ہمدردی ہے، حسن سلوک ہے، ظلم و زیادتی کی ممانعت ہے اور اس کے ساتھ انسان کے جذبات اور ضروریات کی بھرپور رعایت بھی ہے۔ اس پر عمل ہو تو جہیز کے جھگڑے ہی ختم نہیں ہوں گے بلکہ پرسکون خاندانی زندگی بھی نصیب ہوگی۔ کاش کہ انسان اس طرف پلٹ آئے۔

---

## ادارہ کا اشاعتی پروگرام

ادارہ کے اشاعتی پروگرام کے تحت اس وقت صدر ادارہ مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی زیدمجدہ کی کتاب 'معرکہ اسلام و جاہلیت' کتابت کے آخری مراحل سے گزر رہی ہے۔ مولانا محترم نے اس کتاب میں اسلام اور جاہلیت کی ابدی کشمکش کو اپنے مخصوص عالمانہ انداز میں بڑی وضاحت اور تفصیل سے پیش فرمایا ہے اور عقل و نقل کی روشنی میں موضوع کے ہر پہلو کا بہت ہی دیدہ ریزی سے جائزہ لیا ہے۔ اس کے ساتھ اسلوب بیان اس قدر پرکشش ہے کہ قاری [illegible] کے مضامین میں گم ہو جاتا ہے۔ مولانا محترم ہی کے ایک کتابچہ 'دعوت اسلام اور [illegible]' کا انگریزی ترجمہ بھی (Muslims and Dawah of Islam) کے نام سے اس وقت پریس میں ہے۔

ایک اور ضخیم کتاب 'عہد نبوی کے غزوات و سرایا' کی بھی اس وقت کتابت ہو رہی

ہے ۔ یہ دراصل ایک تحقیقی مقالہ ہے جس پر محترمہ ڈاکٹر رؤفہ اقبال (ریڈر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی تھی ۔ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تفصیل ہی نہیں پیش کی گئی ہے بلکہ یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ یہ سارے غزوات امن اور عدلِ اجتماعی کے لئے ناگزیر تھے۔

ان کتابوں کی اشاعت کے لئے اندازاً بیس ہزار روپیہ کی ضرورت ہوگی ۔ اپنے ان مخلصین سے، جو بہر حال کم نہیں ہیں اور جو اس طرح کی علمی وفکری کاموں کی ضرورت اور اہمیت محسوس کرتے ہیں اور انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، درخواست ہے کہ وہ ان کی اشاعت میں تعاون فرمائیں ۔ تعاون کی جو بھی شکل وہ پسند کریں اختیار فرما سکتے ہیں ۔ انشاء اللہ یہ ان کے حق میں صدقہ جاریہ ہوگا ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیعُ اَجرَ المُحسِنِین


## تصانیف سید جلال الدین عمری

| | | | |
|---|---|---|---|
| انسان اور اس کے مسائل | ۳/- | اسلام اور وحدت بنی آدم | -/۷۵ |
| عورت اور اسلام | ۳/- | دولت میں خدا کا حق | -/۷۰ |
| خدا اور رسول کا تصور (اسلامی تعلیمات میں) | ۵/- | مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں | ۲/- |
| اسلام کی دعوت | ۸/- | معروف ومنکر | ۶/۵۰ |
| عورت ۔ اسلامی معاشرہ میں | ۱۳/- | انسانوں کی خدمت | -/۷۵ |
| اسلام اور اس کی دعوت | ۱/۲۵ | بچے اور اسلام | -/۵۰ |

ملنے کا پتہ

مرکزی مکتبہ اسلامی ۔ بازار چتلی قبر ۔ دہلی ۶